احمدیّت

علّامہ اقبال کی نظر میں

○

مرتبہ

مولانا عبد المالک خان صاحب ناظر اصلاح و ارشاد

صدر انجمن احمدیہ پاکستان

ربوہ

○

شائع کردہ

نظارت اشاعت لٹریچر و تصنیف

صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ

کتابت :- جہانگیر ربوہ

ضیاء الاسلام پریس ربوہ

اپریل تعداد ۳۰۰۰ سنہ ۱۹۶۳ء
دسمبر تعداد ۳۰۰۰ سنہ ۱۹۶۵ء
اپریل تعداد ۱۰۰۰ سنہ ۱۹۷۷ء



نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

علامہ اقبال جو اس برِ صغیر کے ایک بڑے شاعر اور فلسفی تھے ان کا احمدیت کے ساتھ بڑا گہرا تعلق رہا۔ چنانچہ ان کے خاندان کے کئی افراد نے احمدیت کو قبول کیا ان کے والد مرحوم احمدی تھے، ان کے بڑے بھائی صاحب شیخ عطا محمد صاحب احمدی تھے اور ان کے اکلوتے بھتیجے احمدی ہیں۔ علامہ موصوف نے اپنے وصیت نامہ میں ان کو اپنے نابالغ بچوں کے اولیاء

کی فہرست میں شامل کیا (روزگار فقیر جلد ۲ صفحہ ۵۶)
پھر انہوں نے مختلف مواقع پر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا وہ اس امر کے گواہ ہیں کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک برگزیدہ شخصیت اور آپ کی جماعت کو ٹھیٹھ مسلمانوں کی ایک جماعت سمجھتے رہے۔ اس سلسلہ میں ہم علامہ موصوف کے اقوال و بیانات اور تاثرات کا ایک مسلمہ مجموعہ ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

بانیٔ سلسلہ احمدیہ سب سے بڑے دینی مفکر

سنہ ۱۹۰۰ء میں علامہ اقبال نے ایک مضمون لکھا جس کا ذکر انہوں نے ڈاکٹر نکلسن کے نام اپنے خط میں کیا :-

"میں نے آج سے تقریباً بیس سال قبل انسانِ کامل کے متصوفانہ عقیدہ پر قلم اٹھایا تھا۔ اور یہ وہ زمانہ ہے جب نہ تو نیٹشے کے عقائد کا غلغلہ میرے کانوں

تک پہنچا تھا نہ اس کی کتابیں میری نظر
سے گزری تھیں"
(اقبال نامہ حصہ اوّل صفحہ ۴۵۸)

اس اہم مضمون میں علامہ اقبال نے یہ مشہور فقرہ بھی
تحریر فرمایا ہے :-

"موجودہ ہندی مسلمانوں میں مرزا غلام احمد
قادیانی سب سے بڑے دینی مفکر ہیں"
(رسالہ انڈین اینٹی کیوری ۱۹۰۰ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ ثانیہ اور اقبال

جماعتِ احمدیہ کے عقائد کا ایک مرکزی نقطہ
اس امر پر مبنی ہے کہ حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ
وسلم زندہ نبی ہیں اور تاقیامت آپ کی روحانی تجلیات
ہی دُنیا کی تاریکیوں کو منور کرتی رہیں گی اور آنے والے
مسیح موعود کی بعثت اس کی ذاتی بعثت نہ ہوگی بلکہ
وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ ثانیہ بشکل
بروز ہوگی۔ علامہ موصوف اس عقیدہ سے متاثر رہے

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ ثانیہ کے
سلسلہ میں وہ اپنے مکتوب مورخہ ۱۹ جون ۱۹۱۶ء
میں لکھتے ہیں :-

"کاش کہ مولانا نظامی کی دُعا اس زمانہ میں
مقبول ہو اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
پھر تشریف لائیں اور ہندی مسلمانوں پر اپنا
دین بے نقاب کریں"

(مکاتیبِ اقبال حصہ اوّل ص۳۱)

اسی سلسلہ میں وہ اپنے مکتوب ۲۰ اپریل ۱۹۲۲ء
میں رقمطراز ہیں :-

"حالی کے ہیئت دان کہتے ہیں کہ بعض
ستاروں میں انسان یا انسانوں سے
اعلیٰ تر مخلوق کی آبادی ممکن ہے۔ اگر ایسا
ہو تو رحمۃ للعالمین کا ظہور وہاں بھی ضروری
ہے۔ اس صورت میں کم از کم محمدیت کیلئے
تناسخ یا بروز لازم آتا ہے"

(مکاتیبِ اقبال حصہ اوّل ص۱۱۷)

اپنی وفات سے چند ماہ پیشتر پروفیسر الیاس برنی کے نام جو خط ۲۷ مئی ۱۹۳۷ء کو لکھا اس میں وہ تحریر فرماتے ہیں:-

بانی تحریک کا دعویٰ مسئلہ بروز پر مبنی ہے
مسئلہ مذکور کی تحقیق تاریخی لحاظ سے از بس
ضروری ہے۔

(مکاتیب اقبال حصہ اول ص۴۱۹)

علامہ موصوف کی تحریر سے ظاہر ہے کہ ان کو آخیر وقت تک اس بات کا اعتراف تھا کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا دعویٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بروز ہونے کا تھا آپ سے علیحدہ ہو کر یا آپ کے مدمقابل آپ کا کوئی دعویٰ نہیں ہے۔ نیز علامہ موصوف کی مندرجہ بالا تحریروں سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ بعض صورتوں میں علامہ کے نزدیک مسئلہ بروز مہدویت کے لئے ضروری ہے۔ نیز یہ مسئلہ خود علامہ کے نزدیک تاریخی حیثیت رکھتا ہے احمدیوں کا ایجاد کردہ نہیں۔

وفاتِ مسیح اور علامہ اقبال

یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ علامہ موصوف حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو اس طرح آسمانوں پر زندہ نہیں مانتے تھے جس طرح علماء بتلاتے ہیں بلکہ انہوں نے جماعتِ احمدیہ کے موقف وفاتِ مسیح علیہ السلام کو معقول قرار دیا اور برملا یہ اعتراف کیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں :-

"جہاں تک میں نے اِس تحریک کے منشا کو سمجھا ہے احمدیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ مسیح کی موت ایک عام فانی انسان کی موت تھی اور رجعت مسیح گویا ایسے شخص کی آمد ہے جو روحانی حیثیت سے اس کا مشابہ ہے اس خیال سے اس تحریک پر ایک طرح کا عقلی رنگ چڑھ جاتا ہے۔"

(رسالہ علامہ اقبال کا پیغام ملتِ اسلامیہ کے نام صـ ۲۲-۲۳)

اخبار مجاہد میں علامہ اقبال کا بیان بایں الفاظ شائع ہوا:۔

"مرزائیوں کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک فانی انسان کی مانند جام مرگ نوش فرما چکے ہیں نیز یہ کہ ان کے دوبارہ ظہور کا مقصد یہ ہے کہ روحانی اعتبار سے ان کا ایک مثیل پیدا ہوگا کسی حد تک معقولیت کا پہلو لئے ہوئے ہے۔"

(اخبار مجاہد لاہور ۱۳ فروری ۱۹۳۵ء)

مسئلہ جہاد اور علامہ اقبال

علامہ موصوف نے مسئلہ جہاد کی بابت اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:۔

"قرآن کی تعلیم کی رُو سے جہاد یا جنگ کی صرف دو صورتیں ہیں محافظانہ اور مصلحانہ۔ پہلی صورت میں جبکہ مسلمانوں پر ظلم کیا جائے اور ان کو گھروں سے نکالا جائے مسلمانوں کو تلوار

اُٹھانے کی اجازت ہے دوسری صورت جس
میں جہاد کا حکم ہے ۹ : ۴۹ میں بیان ہوئی ہے
ان آیات کو غور سے پڑھیئے تو آپ کو معلوم ہوگا
کہ وہ چیز جس کو سیموئیل ہور جمعیت اقوام کے
اجلاس میں COLLECTIVE SECURITY
کہتا ہے قرآن نے اس کا اصول کس سادگی اور
فصاحت سے بیان کیا ہے۔ اگر گذشتہ زمانہ
کے مسلمان مدبرین اور سیاسیین قرآن پر تدبر کرتے
تو اسلامی دنیا میں جمعیت اقوام کے بنے ہوئے
آج صدیاں گذر گئی ہوتیں۔ جمعیت اقوام جو زمانہ
حال میں بنائی گئی ہے اس کی تاریخ بھی یہی ظاہر
کرتی ہے کہ جب تک اقوام کی خودی قانون
الٰہی کی پابند نہ ہو امن عالم کی کوئی سبیل نہیں نکل
سکتی۔ جنگ کی مذکورہ بالا دو صورتوں کے
سوائے میں اور کسی جنگ کو نہیں جانتا۔
جوع الارض کی تسکین کے لیے جنگ کرنا
دینِ اسلام میں حرام ہے علیٰ ہذا القیاس

دین کی اشاعت کے لئے تلوار اٹھانا بھی حرام ہے۔"

(مکاتیب اقبال حصہ اوّل صفحہ ۲۰۳-۲۰۴)

اِس اقتباس سے ظاہر ہے کہ علامہ کا موقف جہاد کے بارہ میں آخری زندگی تک بالکل وہی رہا جو جماعت احمدیہ کا موقف ہے۔ مذہب کی اشاعت کے لئے یا جبر و اکراہ کے لئے جنگ کرنے کا اسلام کی رُو سے کوئی جواز نہیں البتہ دفاعی جنگیں جائز ہیں جس کے لئے قرآن کریم نے خود شرائط مقرر کر دی ہیں۔ یہی جماعت احمدیہ کا موقف ہے اور اس موقف کو علامہ اقبال نے آخر تک اختیار کئے رکھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ سے علامہ اقبال کا مذہبی مشورہ

۱۹۱۲ء میں علامہ موصوف نے حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ سے فتویٰ حاصل کرنے کا عمل کیا چنانچہ اسی واقعہ کو جناب عبدالمجید صاحب سالک مرحوم نے بایں الفاظ ذکر فرمایا ہے:-

"علامہ اس بیگم کو لانے کے لئے تیار ہو گئے
انہیں شبہ تھا کہ وہ چونکہ طلاق دینے کا
ارادہ کر چکے تھے اِس لئے مبادا شرعاً طلاق ہی
ہو چکی ہو۔ انہوں نے مرزا جلال الدین کو مولوی
حکیم نورالدین کے پاس قادیان بھیجا کہ مسئلہ پوچھ
آؤ۔ مولوی صاحب نے کہا کہ شرعاً طلاق نہیں
ہوئی لیکن اگر آپ کے دِل میں کوئی شبہ اور
وسوسہ ہو تو دوبارہ نکاح کر لیجئے۔ چنانچہ ایک
مولوی صاحب کو طلب کر کے علامہ کا نکاح
اس خاتون سے دوبارہ پڑھوایا گیا..... یہ
۱۹۱۳ء کا واقعہ ہے۔"
(ذکرِ اقبالؔ از عبدالمجید سالکؔ صفحہ ۵۸)

اِسلامی سیرت کا نمونہ "جماعتِ احمدیہ" ہے

علی گڈھ کالج میں علامہ اقبالؔ نے ۱۹۱۱ء میں
تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔
"میری رائے میں قومی سیرت کا وہ اسلوب

جس کا سایہ عالمگیر ذات نے ڈالا ہے ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ ہے اور ہماری تعلیم کا مقصد ہونا چاہیئے کہ اس نمونہ کو ترقی دی جائے اور مسلمان ہر وقت پیش نظر رکھیں۔ پنجاب میں اسلامی سیرت کا نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں۔"

(ملتِ بیضاء پر ایک عمرانی نظر مطبوعہ ۱۹۱۹ء)

جماعتِ احمدیہ کا اشاعتِ اسلام کا جوش قابلِ قدر ہے

علامہ اقبال کا قول ہے کہ

"میرے نزدیک تبلیغِ اسلام کا کام اِس وقت تمام کاموں پر مقدم ہے۔"

(اقبال نامہ حصّہ اوّل ص ۲۰۹)

اِس بارہ میں علامہ اقبال نے یہ تسلیم کیا ہے کہ جماعتِ احمدیہ کا اشاعتِ اسلام کا جوش قابلِ قدر ہے چنانچہ انہوں نے چودھری محمد احسن صاحب کے نام ۷ اپریل ۱۹۳۲ء کو اپنے خط میں یہ لکھا:۔

"ہاں اشاعت اسلام کا جوش جوان کی جماعت (احمدیہ) کے اکثر افراد میں پایا جاتا ہے قابلِ قدر ہے"

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا کشمیر کمیٹی کی صدارت پر تقرر

علامہ اقبال نے سلسلہ ۱۹۳۱ء میں جب کشمیر کمیٹی کا آغاز ہوا شملہ میں زور دے کر حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کو اس کمیٹی کا صدر مقرر کیا اور اس پر پورا زور دیا اور عرصہ تک آپ کی صدارت میں کام کرتے رہے۔

مذکورہ حوالہ جات ان کے گہرے روابط اور موالست کو ظاہر کرتے ہیں جو وہ جماعت احمدیہ سے رکھتے تھے البتہ اپنی عمر کے آخری حصہ میں انہوں نے جماعت احمدیہ سے اختلاف کیا ہے لیکن اہلِ بصیرت جانتے ہیں کہ اس کے وجوہ سیاسی تھے۔

الراقم
عبد المالک خان